© rasailojaraid.com

زکوٰۃ و ٹیکس کی شرعی حیثیت

شمارہ ہذا میں دو مقالے "زکوٰۃ و ٹیکس کی شرعی حیثیت" کے بارے شائع کیے جا رہے ہیں جو محکمہ زراعت پنجاب کے شعبہ اطلاعات لاہور کے زیر اہتمام مجلس مذاکرہ میں پڑھے گئے۔ اگرچہ دونوں مقالہ نگار پروفیسر منظور احسن عباسی اور ڈاکٹر عبدالروف صاحبان اسلام کے پرخلوص شیدائی ہیں لیکن اپنے افکار میں زکوٰۃ و ٹیکس کو دو مختلف حیثیتوں سے دیکھ رہے ہیں۔ محدث کے مدیر اعلیٰ نے اسی مذاکرہ میں اسلام کے معاشی نظام کے بعض پہلوؤں کی وضاحت کرتے ہوئے دونوں حضرات کے خیالات کا جائزہ بھی لیا تھا جو محدث کی کسی قریبی اشاعت میں پیش خدمت ہوگا۔ ان شاء اللہ!

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جناب صدر و معزز حاضرین

انسان کے اشرف المخلوقات ہونے سے کسی کو انکار نہیں بلکہ کوئی شخص انکار کر ہی نہیں سکتا کیونکہ ہم اپنی برہنہ آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ ملائکہ افلاک سے لے کر حشرات الارض تک ہر فرد اپنی بقائے شخصی و نوعی کی صلاحیت رکھتا ہے لیکن اس سے ماورا ایک اور صلاحیت ہے جسے ہم ارتقائی صلاحیت کہتے ہیں، بجز انسان کے کسی اور مخلوق میں نہیں ہے اجرام و جمادات کا تو ذکر ہی کیا نہ کوئی فرشتہ اپنی صلاحیتوں میں ترقی کر سکا اور نہ کوئی جانور اپنے وظائفِ حیات میں کوئی تبدیلی لا سکا۔ چنانچہ ماہرین حیاتیات کا کہنا ہے کہ مثلاً بیا کا گھونسلہ حیرتناک صناعی کے باوجود اب بھی وہی ہے جو ہزار سال پہلے تھا لیکن انسان پتھر اور دھات کے زمانے سے گزر کر اب برقی اور جوہری عہد سے گزر رہا ہے۔ اور آئندہ نہیں... معلوم انسانی ارتقائی منازل کا آخری زینہ کونسا ہوگا

محوِ حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائیگی!

انسان کی ارتقائی صلاحیتیں خواہ کسی نوعیت کی ہوں اپنی تقویت یا تکمیل کے لیے چار قوتوں کی محتاج ہیں۔ یعنی تندہی، استقامت، ایثار، عزم۔ عہد حاضر کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

دانشمند ایسے

1 submission.

2 patience

3 sacrefice

4 Resalutin

کہتے ہیں — ہماری دینی اصطلاح میں اسے خضوع، صبر، صدقہ اور یک جہتی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔ انسان کی تمام مادی اور روحانی ارتقا کارانہ یا روحِ حیات ان ہی چار صلاحیتوں پر منحصر ہے اور ہماری عبادتیں ان ہی محاسن فطری کی مظاہر ہیں۔ چنانچہ نماز کی تکمیل خضوع وخشوع پر، روزے کی تکمیل صبر واستقامت پر، زکوٰۃ کی تکمیل صدقہ وایثار پر اور حج کی تکمیل عزم واعتماد پر موقوف ہے۔ اللہ تعالیٰ کے تمام ارشادات (یا قرآن حکیم) اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جملہ تعلیمات (یا احادیث) کا مرکزِ ثقل یہی ہے۔

حیاتِ انسانی کی ان چہار گانہ صلاحیتوں کی صحت کا دارومدار ایک اور رشتے پر ہے جسے وحدانیت و تصورِ آخرت کہا جاتا ہے۔ یعنی جب تک کہ ان اعمالِ صالحہ کے ساتھ توحید الٰہی کا تصور نہ ہو۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج سب بے معنی اور بے اثر ہیں۔ قرآنِ حکیم میں ریاء کی مذمت نہایت شدت سے آتی ہے۔ کیونکہ ریاء توحید الٰہی کے منافی ہے۔ ریاء اللہ کے تصور کو مٹا کر غیر اللہ کے تصور کو ابھارتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اہلِ ریاء کی عبادتوں کا مقصد، عبادتِ الٰہی کے مفہوم سے بالکل جداگانہ ہے۔ عبادات میں اگر محض طاعتِ حق پیشِ نظر نہ ہو بلکہ کوئی اور مقصد ہو تو وہی مقصد انسان کا معبود بن جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کے ارکانِ خمسہ میں سے تصورِ توحید کو سب پر مقدم رکھا ہے۔ مثال کے طور پر اگر کوئی شخص اعمالِ صلوٰۃ کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دے لیکن پیشِ نظر مقصد صبح خیزی کی عادت ڈالنا، پابندیٔ اوقات۔ پاکیزگیٔ جسم۔ ہلکی ورزش۔ ~~میٹنگ~~ چہل قدمی اور اہلِ محلہ یا اہلِ شہر سے ملنا جلنا، باہمی ہمدردی اور محبت واخلاص۔ اور نیک نیتی کے ساتھ جذبۂ ہمدردی کو فروغ دینا ہو، تب بھی اس سے نماز کے مادی فوائد تو حاصل ہو سکتے ہیں لیکن روحانی برکات جو نماز کا اصل مقصد ہے وہ ہرگز حاصل نہ ہو گا۔ کیونکہ نماز کا حکم ان مقاصد میں سے کسی مقصد کے لیے نہیں ہے۔ کسی دینی عمل کے مادی نتیجے کو مقصد قرار دینا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسلامی نظریہ کے منافی ہے نماز ہم صرف اس لیے پڑھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے یہ دوسری بات ہے کہ ہر حکم میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی مادی فلاح بھی ملحوظ رکھی ہو جیسا کہ قرآنِ حکیم کی متعدد آیتوں سے مترشح ہوتا ہے۔ یہی حال دوسری عبادات کا بھی ہے۔

ملتِ اسلامیہ پاکستان کے سربر دانش مندوں نے جن میں بعض مستند علماء اور رہنما بھی شامل ہیں اسلامی عبادات کی برکات و فیوض کی تفصیلات بیان کی ہیں اور ان کو موجودہ وقت کے تقاضوں کا قطعی اور مکمل حل بتایا ہے یہاں تک کہ قرآنِ حکیم کے حکم اقامتِ صلوٰۃ کے معنے نظامِ زکوٰۃ کا قائم کرنا بتایا گیا اور اس نظامِ صلوٰۃ کے قیام کو جملہ امورِ معاشی، معاشرتی، اقتصادی اور سیاسی اداروں کی بنیاد قرار دیا اور اسی کے ساتھ ہی حفظانِ صحت کے محکموں . . . . . . بکار خانوں اور بہم رسانی آب کے وسائل کو منسلک فرمایا۔ جس سے ان اصحاب کی عقیدت مندی اور نیک نیتی کا اظہار تو ضرور ہوتا ہے لیکن یہ یقین کرنا مشکل ہوگا کہ فی الواقع نماز پڑھنے سے یہ مسائل حل ہو جائیں گے۔ اگر فی الواقع نماز کا اعجاز ان مسائل کو حل کر بھی دے تو یہ تصور قطعاً ناروا خوش فہمی ہے کہ نماز کے سوا کوئی اور ذریعہ ان مقاصد کا حل نہیں ہے۔ اگر اس کے دوسرے ذرائع بھی ہیں تو اللہ کے حکم اور خود ساختہ مادی وسائل میں فرق کرنے کی کیا ضرورت رہے گی؟

معزز جنابِ صدر و حاضرین! اب تک جو کچھ میں نے عرض کیا اس کی بظاہر عنوان مدعا سے کوئی نسبت نہیں ہے۔ مجھے یہاں اسلامی حکمِ زکوٰۃ پر کچھ عرض کرنا تھا لیکن اس طوالتِ تمہید سے میری غرض یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جملہ احکام کو اس کی معبودیت کی روشنی میں دیکھنا ہی اصل بندگی و عبادت ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور جہت سے احکامِ الٰہی کی اہمیت کم تو نہیں ہوتی لیکن اصل مقصد سے دور کر دیتی ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں صرف ایک نکتہ کو بہر حال پیشِ نظر رکھنا ضروری ہے کہ زکوٰۃ کا حکم بھی نماز کی طرح ایک عبادت ہے۔ اس عبادت کی بجا آوری خواہ ہمارے تمام معاشرتی مسائل کو حل کر دے یا کسی حیثیت سے کہیں اس میں خسارہ جائے تب بھی یہ بہر حال واجب العمل ہے۔ اس کے بعد وہ تمام بحث کہ آیا نظامِ زکوٰۃ قوم کی غربت و افلاس کے مسائل کو کہاں تک حل کر سکتا ہے عبث ہے۔ پھر اس سلسلہ میں اس امر پر اظہارِ اطمینان کرنا کہ زکوٰۃ کی رقم موجودہ ٹیکسز کی رقم سے کئی گنا زیادہ ہوگی اسی طرح بیجا ہے جس طرح اقامتِ صلوٰۃ کے بعد ٹیکسٹائل ملز کو

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فروغ حاصل ہونے کی توقع بیجا ہے۔ آیا کوئی مسلمان ادائیگی زکوٰۃ کرتے ہوئے یہ کیوں سوچے کہ اس کے بعد کہاں تک ملک کا افلاس دور ہو جائے گا اگر بالفرض وصولِ زکات کے بعد بھی ملک افلاس کا شکار رہے تو کیا حکومت کے لیے روا ہو گا کہ وہ ہاتھ پہ ہاتھ دھرے بیٹھی رہے گی کہ کہیں سے زکوٰۃ آئے تب ہی یہ مسئلہ حل ہو۔ صدرِ مملکت نے اپنے بیان میں جو یہ کہا ہے کہ زکوٰۃ کے ساتھ دوسرے ٹیکس بھی عائد رہیں گے اس کا یہی مطلب ہے۔ ادائیگی زکات کے لیے حکومت کے نظام کا یہ مقصد ہے کہ ہر شخص نماز کی طرح زکوٰۃ بھی ادا کرے اور وصول شدہ زکوٰۃ مصرف مستحقین تک پہنچائے۔ یا اس امر کا اطمینان کرے کہ صاحبِ نصاب نے خود زکوٰۃ، مستحق شخص کو ادا کر دی ہے۔

فریضۂ زکوٰۃ کے متعلقہ مسائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے تاہم چند اہم زکات کا ذکر مناسب ہو گا مثلاً:

۱۔ کن اشخاص پر زکوٰۃ واجب ہے؟

۲۔ کن اشیاء (مال) پر اور کس قدر واجب ہے؟

۳۔ کن اشخاص کو زکوٰۃ لینے کا حق ہے؟

زکوٰۃ ہر اس مکلف مسلمان پر واجب ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مال کا مالک بنایا ہو ارشادِ باری تعالیٰ "ومما رزقنٰهم ينفقون" کے یہی معنی ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے حجۃ الوداع کے شہرۂ آفاق خطبہ میں واشگاف الفاظ میں فرمایا "ادوا زکوٰۃ اموالکم" (یعنی لوگو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کیا کرو!)

اموالِ زکوٰۃ میں یہ اشیاء داخل ہیں۔

ا۔ سونا، چاندی اور ان کی مصنوعات۔

ب۔ ہر گونہ اموالِ تجارت

ج۔ پالتو جانور۔

زراعت اور درختوں سے پیدا ہونے والی اجناس اور پھل شریعتِ اسلامیہ میں ان جملہ اشیاء زکوٰۃ کی وہ مقدار محدود بتا دی گئی ہے جس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ اسی طرح وہ وقت بھی متعین فرمایا گیا جب کہ زکوٰۃ واجب الادا ہو جاتی ہے۔

مثلاً سونے کی مقدار ۷½ تولہ یا چاندی کی مقدار ۵۲½ تولہ ہے۔ یہ مقدار یا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اس سے زیادہ سال بھر تک مالک کے قبضہ میں رہی ہو، تو اس کا ۱/۴۰ حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے گا۔ اور اس قیمت کے مالِ تجارت پر بھی اس عرصہ کے بعد زکوٰۃ عائد ہو گی۔ اس مقدار کو نصاب کہتے ہیں۔ اونٹ کا نصاب کم سے کم ۵ گائے بیل وغیرہ کا ۳۰ ... اور بھیڑ بکریوں کا ۴۰ ہے۔

زرعی پیداوار کا نصاب میرے حساب کے موجب کم و بیش ۲۰ من ہے اور بموجب آیتِ قرآنی "واٰتوا حقه يوم حصاده" یہ زکوٰۃ، جسے عشر کہتے ہیں، اسی روز واجب الادا ہو جاتی ہے جس روز فصل کاٹی جائے۔ شریعتِ اسلامیہ نے ان تمام احکام کے عملی اقدامات کی ہر امکانی مشکل کو حل کر دیا ہے اور اب یہ صورت ہے کہ کتاب و سنت کی روشنی اور فقہائے ملت کی رہنمائی میں اس پر عمل پیرا ہونے کے دستور العمل کو قانونی شکل دی جا سکتی ہے۔

اسلامی نظامِ عشر و زکوٰۃ کو عہدِ حاضر کی اصطلاح میں اسلام کے اقتصادی نظام سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اس عاجز کو اس اصطلاح سے حرج نہیں ہے لیکن میں اس کو عبادتِ الٰہی کے خالص دینی مفہوم سے کم درجہ کی حیثیت میں سمجھتا ہوں کیونکہ اسلامی نظامِ اقتصاد کے مفہوم میں وہ عظمت پس منظر میں چلی جاتی ہے جو عبادتِ زکوٰۃ کے مفہوم میں ہے۔

معزز حضرات! آپ اسے کم فہمی کہہ سکتے ہیں لیکن بری بدگمانی دیکھیے کہ ملک کے دانشور حکیم زکوٰۃ کو ایک بہترین اقتصادی نظام قرار دے کر اس کی جس قدر زیادہ تعریف کرتے ہیں، مجھے ایسا لگتا ہے جیسے وہ کسی آئینی یا جمہوری مملکت کے اقتصادی نظام کا قصیدۂ مدحیہ پڑھ رہے ہوں۔ نظامِ زکوٰۃ کے مداحوں کی تقریر اور مضامین اکثر نہایت شوق سے سنتا اور پڑھتا ہوں اور بے ساختہ سبحان اللہ بھی کہہ دیتا ہوں کیونکہ یہ اصحاب نہایت وضاحت سے یہ بتانے کی کوشش کرتے ہیں کہ نظامِ زکوٰۃ انسانی ہمدردی اور بنی نوعِ انسان کی بہبود کا ضامن ہے، جہالت اور غربت کا علاج ہے۔ سرمایہ داری اور ذخیرہ اندوزی کا دشمن ہے اور انسان کے بنیادی حقوق کا محافظ ہے وغیرہ۔ لیکن محاسنِ زکوٰۃ کی اس فہرست میں اس عاجز کی نظر سے زکوٰۃ کی وہ صفت کہیں نہیں گزری کہ یہ عملِ خیر سب سے زیادہ خود زکوٰۃ گزار کو ہلاکت سے بچاتا ہے۔ حالانکہ قرآنِ حکیم میں زکوٰۃ کی یہی صفت آئی ہے کہ "انفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التهلكة واحسنوا ان الله يحب المحسنين" (البقرۃ ع ۲۴) کہ "راہِ خدا میں خرچ کرو اور اپنی ہستی کو ہلاک ہونے سے بچاؤ۔ احسان کرو، اللہ احسان کرنے والے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کو پسند کرتا ہے)

"وما تنفقوا من خیر فلا نفسکم" (البقرہ ع ۳۷) یعنی

"وہ خیرات جو تم دو گے اس میں تمہارا اپنا ہی فائدہ ہے"

"خذ من اموالهم صدقة تطهرهم وتزكيهم بها" (توبہ ع ۳) یعنی لوگوں کے مال میں سے خیرات وصول کیجیے، اس سے آپ انہیں پاک اور پاکیزہ صفت بنا دیں گے"

قرآن حکیم میں جا بجا زکوٰۃ کی تحسین فرمائی گئی ہے لیکن اس کے فوائد و برکات کا کہیں بھی وہ ذکر نہیں ہے جو عہدِ حاضر کے دانشمند بیان کرتے ہیں۔ اور عجیب تر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بتائی ہوئی صفات کا ذکر نہیں فرماتے۔ سورۃ بقرہ کے سترہویں رکوع میں مالِ مکسوبہ کی زکوٰۃ اور پیداوار کے عشر کا ذکر فرماتے ہوئے ارشاد ہے کہ: "الشیطان یعدکم الفقر و یأمرکم بالفحشاء واللہ یعدکم مغفرة منه وفضلا" یعنی شیطان بہترین اشیاء کی خیرات کرنے والے کو بہکاتا ہے کہ تم محتاج ہو کر رہ جاؤ گے حالانکہ اللہ کا وعدہ یہ ہے کہ اس سے تمہارے گناہوں کی مغفرت ہو گی اور اللہ کا فضل شاملِ حال ہو گا"۔ یعنی اس آیت میں بھی عوام کی بہبود سے قطع نظر خود خیرات کرنے والے کو مغفرت و فضل کی بشارت دی گئی ہے۔

الغرض قرآن حکیم میں اس مفہوم کی متعدد آیات ہیں جن میں زکوٰۃ دینے والے کی [illegible] اپنی بہبود کا ذکر ہے اور ان برکات و فوائد کا ذکر کہیں بھی نہیں ہے جو عہدِ حاضر کے دانشمند بیان کرتے ہیں۔

محترم حضرات! اس سلسلہ میں سورۃ بقرہ کی ابتدائی دو تین آیات پر بھی غور کرنا مناسب ہے، "الم ذلك الكتب لا ريب فيه هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب و يقيمون الصلوة ومما رزقنهم ينفقون" (یعنی یہ وہ کتاب ہے جس کی صداقت میں مطلقاً شائبۂ شک نہیں کہ یہ ان احتیاط سے قدم اٹھانے والوں کے لیے راہِ عمل دکھاتی ہے جنہیں امورِ غیبی پر ایمان ہے، جو خوش اسلوبی سے نماز پڑھتے اور ہمارے عطا کردہ رزق میں سے کچھ راہِ خدا میں خرچ کرتے ہیں"

یہاں نماز پڑھنے اور زکوٰۃ دینے والوں کو متقی کے خطاب سے یاد فرمایا ہے۔

ممکن ہے کہ ایک منطقی ذہن میری گزارشات پر مطمئن نہ ہو۔ یہ سوال ہو سکتا ہے کہ بہر حال زکوٰۃ کے جو فوائد دانشمند حضرات بتاتے ہیں وہ بجائے خود شریعتِ اسلامیہ حکمِ زکوٰۃ کے موید ہیں، منافی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تو نہیں ہیں ہر چند کہ میں اس سوال کا جواب نہ دے سکوں لیکن میرا ذہن اس اضطراب سے محفوظ نہیں رہ سکا کہ یہ تمام فوائد نظامِ زکوٰۃ کے علاوہ کسی اور اقتصادی نظام سے بھی حل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ ایک طبقہ کا خیال یہ ہے کہ یہ فوائد بعض لادینی نظام میں بھی مشاہدہ کیے جاتے ہیں بلکہ اہلِ عقل کا ایک طبقہ شریعت کی متعلین موجودہ زکوٰۃ کو اشتراکی نظام سے ہم آہنگ کرنے میں فخر محسوس کرتا ہے یہاں تک کہ ایک صاحب نے قرآنِ حکیم کی آیت "ویسئلونك ماذا ینفقون قل العفو" اس آیت میں "عفو" کا یہ مطلب بیان کیا کہ عفو کو راہ خدا میں خرچ کرنے کا حکم ہے اور عفو کے معنے یہ ہیں کہ جو کچھ بنیادی ضروریات جس سے مراد بالعموم روٹی۔ کپڑا اور مکان ہے، سے بچ رہے وہ سب راہِ خدا میں دے دیا جائے۔ اور اس کی تائید میں یہ فلسفہ بیان کیا جاتا ہے کہ بندہ کسی مال کا مالک نہیں ہے! سوشلزم یا اشتراکیت کے نظامِ اقتصادی کی بنا یہی ہے۔ اگر زکوٰۃ کے حامیوں کا یہ رجحان نہ ہو تو پھر اضطراب کی کوئی وجہ نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے اخلاقی اور معاشی فائدوں کے علاوہ ایک اور فائدہ بھی ہے جس کی طرف بہت کم توجہ دی گئی ہے اور وہ معاشرتی فائدہ ہے۔ یعنی صاحبِ مال پر زکوٰۃ کا عائد کرنا ایک قسم کا جرمانہ ہے جو اس جرم کی پاداش میں کیا جاتا ہے کہ صاحبِ مال سال بھر تک اپنی دولت کو بند رکھ کر ان فوائد سے معاشرہ کو محروم رکھتا ہے جو اس مال کو کاروبار میں لگانے سے عوام کو حاصل ہوتا۔ اس عاجز کے نزدیک تمام ملک اور ملت کی یہ سب سے بڑی خدمت ہے کہ اس کی ہمہ جہتی ضروریات مہیا ہوتی رہیں۔ اکتناز دولت ملک وملت کو ان فوائد سے محروم کر دیتا ہے جو صنعت وحرفت اور تجارت سے حاصل ہوتے ہیں۔ اور اس کا انسداد اس صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ "سرمایہ بیکار نہاوردن" کی پاداش میں کوئی جرمانہ عاید کیا جائے۔ مالِ فئے کی تقسیم کے بارے میں قرآنِ حکیم نے جو حکمت بیان فرمائی ہے "کیلا یکون دولة بین الاغنیاء منکم" (حشر ۔ ۷) یعنی مبادا کہ دولت تمہارے امیروں ہی کے ہاتھوں میں گھومتی رہے، اور اس کا عوام کو کوئی فائدہ نہ ہو وہ یہاں بھی عائد ہوتی ہے پس اگر صاحبِ مال دولت کو کام میں نہیں لاتا تو جرم کرتا ہے اور زکوٰۃ اس کی سزا ہے حاصل کلام یہ ہے کہ اسلام میں زکات کو ایک فریضۂ الٰہی قرار دیا گیا ہے۔ اور اس کا تارک مستوجب عذاب ہے۔ قطع نظر اس سے کہ زکوٰۃ کی ادائیگی بے شمار فوائد پر منتج ہو۔ اس کا سب سے بڑا فائدہ وہ فلاح و بہبود ہے جو انجام کار خود زکوٰۃ ادا کرنے والے کو حاصل ہوگا۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ فریضۂ زکوٰۃ کی بجا آوری میں صرف خدا اور رسولؐ کے حکم کی اطاعت پیش نظر ہو اور اسے محض عبادت تصور کیا جائے یعنی عبادتِ زکوٰۃ کی شرائط و ارکان کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔ اور ضابطۂ زکوٰۃ کی اصطلاحات کو

© rasailojaraid.com